ڈاکٹر محمد کاشف
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Hyderabad, Telangana

'ایوان غزل' کے نسائی کردار: ایک تانیثی مطالعہ

ملخص:

تانیثیت ایک ایسا طرز فکر، رجحان یا تحریک ہے جس کا اصل مقصد خواتین پر ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانا یا ان کے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ تانیثی فکر کا آغاز و ارتقا مغربی ممالک میں ہوا۔ مغربی ملکوں میں ہی یہ تحریک کی شکل اختیار کرتی ہے۔ بیسویں صدی میں اس تحریک میں مزید شدت پیدا ہوئی۔ مغربی ممالک کے ساتھ مشرقی ممالک میں بھی یہ تحریک سرگرم ہوئی۔ ہندستان میں تانیثی تحریک کی ابتدا مرد سماجی مصلحین کے ہاتھوں ہوئی۔ ان سماجی مصلحین نے اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ خواتین کے مسائل پر بھرپور توجہ دی اور ان کے حقوق کے لیے ہر سطح پر آواز بلند کی۔ جس کے نتیجے میں خواتین بھی شعوری طور پر بیدار ہوئیں۔

جیلانی بانو نے ناول ''ایوان غزل'' میں آزادی سے قبل اور بعد حیدرآباد کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں اور بدلتی ہوئی تہذیب و ثقافت کو موضوع بنایا ہے۔ ناول کو پڑھ کے اس زمانے کی عورتوں کی سماجی حیثیت سے ہم نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ اس عہد کے مسائل کے محرکات پر غور و فکر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تانیثی اعتبار سے اگر اس ناول کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس ناول کے زیادہ تر کردار بشمول مرکزی کردار احتجاجی رویہ اختیار نہیں کرتے ہیں۔ نا ہی مصنفہ کا مقصد اس ناول میں احتجاجی یا باغیانہ رویے کی عکاسی کرنا ہے۔ ایوان کے سارے کردار اپنی جگہ پر اہم اور کہانی کو آگے بڑھانے میں معاون ہیں۔ مگر جیلانی بانو نے نسوانی کردار کے پیش کش میں کافی ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ عورت ہونے کے ناطے وہ نسوانی کرداروں کے مسائل ان کے جذبات و احساسات اور نفسیات سے واقف ہیں۔ مصنفہ نے ہر طبقے کی عورتوں کے سماجی مسائل اور ان کی نفسیاتی حالات کی عکاسی میں کمال ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ جاگیردارانہ سماج میں عورت کی حیثیت اور اس نظام کے تحت اس کے استحصال کے مختلف شکلوں کو جس طرح سے مصنفہ نے پیش کیا ہے یہ انھیں کا کمال ہے۔

کلیدی الفاظ:۔ تانیثیت، حقوق نسواں، جاگیردارانہ نظام، استحصالی نظام، سماجی مسائل

تانیثی تحریک یا تانیثیت ایک ایسا طرز فکر، رجحان یا تحریک ہے جس کا اصل مقصد خواتین پر ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانا یا ان کے حقوق کے حصول کے لیے جدو جہد کرنا ہے۔ تانیثی تحریکات دراصل سماج میں صنفی مساوات کے لیے شروع کی گئی۔ اس میں خواتین کی محکومیت کے خاتمے ان کی شخصی آزادی، ان کے حقوق کے حصول اور ان کو با اختیار بنانے پر زور دیا گیا۔ علاوہ ازیں اس کے مقاصد میں خواتین پر ہونے والے ظلم کے خلاف سماج کو بیدار کرنا اور خود خواتین کو بھی اپنے حقوق کے حصول کے لیے متحرک کرنا شامل رہا ہے۔

تانیثی فکر آغاز وارتقا مغربی مما لک میں ہوا۔ مغربی ملکوں میں ہی یہ تحریک کی شکل اختیار کرتی ہے۔ بیسویں صدی میں تانیثیت کی تحریک میں مزید شدت پیدا ہوئی۔ مغربی مما لک کے ساتھ مشرقی مما لک میں بھی یہ تحریک سرگرم ہوئی اور تانیثیت کی تحریک میں مختلف نقاط نظر بنتے چلے گئے۔ مشرقی تانیثیت کی بنیادی نظریات مغربی تانیثیت سے بالکل جدا رہے ہیں۔ ہندستان میں آزادیٔ نسواں اور حقوق نسواں کے نام پر عورت کے لیے بیادی حقوق کے حصول کی کوششیں ہوتی رہیں۔ شادی اور خاندان کے اداروں میں خواتین کے مقام و مرتبے کو بہتر بنانے اور ان کے تمام حقوق اور سماج میں باعزت مقام کے حصول کی سعی ہندستان میں تانیثی فکر کی اولین ترجیحات رہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندستان میں تانیثی تحریک کی ابتدا مرد سماجی مصلحین کے ہاتھوں ہوئی۔ ہندستان میں نشاۃ ثانیہ کے آغاز کے ساتھ ہی سماجی مصلحین نے اصلاح معاشرے کے ساتھ ساتھ خواتین کے مسائل پر بھر پور توجہ دی۔ خواتین کی تعلیم اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف سطحوں پر کوششوں کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں خواتین بھی شعوری طور پر بیدار ہونے لگیں۔ آزادی کے بعد قانون سازی نے خواتین کو اعلیٰ تعلیم و ترقی کے حصول کی طرف متوجہ کیا۔ انھیں مردوں کے مساوی موقف حاصل کرنے میں مدد ملی۔ ان تبدیلیوں کے خاندانی نظام اور سماج میں خواتین کی حیثیت کے مختلف پہلوؤں پر کسی حد تک اثر ضرور مرتب کیا۔

جیلانی بانو کا پہلا ناول ''ایوان غزل'' ہے۔ اس ناول میں انھوں نے آزادی سے قبل اور مابعد آزادی حیدرآباد کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں کو اور بدلتی ہوئی تہذیب و ثقافت کو موضوع بنایا ہے۔

آزادی سے قبل اور اس کے بعد تک بھی ہندستان میں جاگیردارانہ نظام قائم رہا۔ اس نظام

میں عورتوں کی حالت بہت خراب تھی۔اس طرح کے سماج میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ان کا کام صرف گھر کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ نچلے طبقے کی عورتیں کھیتوں میں محنت کرتیں اور جاگیرداروں اور تحصیلداروں کے ہوس کا شکار بھی ہوتی تھیں۔اس دور میں عورتوں کو محض جنسی تسکین کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ان کے جذبات واحساسات کی نہ تو جاگیرداروں کو پرواہ تھی نہ ہی گھر والوں کو یہاں تک کہ استحصال کا شکار ہونے والی عورتیں بھی یہ ساری ستم برداشت کرلیتی تھیں۔یہ بھی حقیقت ہے کہ غریب طبقہ جاگیرداروں کے ظلم وستم اور معاشی استحصال سے اس قدر ٹوٹ چکا تھا کہ ان کے دلوں میں باغیانہ خیال تک نہیں آتے تھے۔اس تمام صورت حال کو مصنفہ نے اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے۔اس ناول کو پڑھ کے اس زمانے کی عورتوں کی سماجی حیثیت سے ہم نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ اس عہد کے حالات ومسائل کے محرکات پر غوروفکر کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔تانیثی اعتبار سے اگر اس ناول کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح طور سامنے آتی ہے اس ناول کے زیادہ تر کردار بشمول مرکزی کردار کے احتجاجی رویہ اختیار نہیں کرتے ہیں۔نا ہی مصنفہ کا مقصد اس ناول میں احتجاجی یا باغیانہ رویے کی عکاسی کرنا ہے۔وہ اس زمانے کی صورتحال کو اس طرح سے اجاگر کردیتی ہیں جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان برائیوں کی اصل وجہ زوال پذیر جاگیردارانہ نظام ہے۔یہاں اس ناول کے نسائی کرداروں کا تانیثی اعتبار سے جائزہ مقصود ہے۔ناول میں دو یا تین کردار ایسے ہیں جن میں باغیانہ روح موجود ہے۔

ایوان کے سارے کردار اپنی جگہ پر اہم اور کہانی کو آگے بڑھانے میں معاون ہیں۔چھوٹے کردار بھی ناول کے پلاٹ کا حصہ ہیں۔مگر جیلانی بانو نے نسوانی کردار کے پیش کش میں کافی ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔عورت ہونے کے ناطے وہ نسوانی کرداروں کے مسائل ان کے جذبات واحساسات اور نفسیات سے اسی طرح واقف ہیں۔مصنفہ نے ہر طبقے کی عورتوں کے سماجی مسائل اور ان کی نفسیاتی حالات کی عکاسی میں کمال ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔جاگیردارانہ سماج میں عورت کی حیثیت اور اس نظام کے تحت اس کے استحصال کے مختلف شکلوں کو جس طرح سے مصنفہ نے ابھارا ہے یہ انھیں کا کمال ہے۔

بی بی اور لنگڑی پھوپھو جہاں دنیاوی مسائل سے بے نیاز ہیں وہیں چاند اور غزل استحصال نظام کا شکار ہیں تو دوسری طرف قیصر اور کرانتی اس استحصالی نظام کے خلاف بغاوت کی ترجمانی کرتی ہیں۔

چاند اور غزل ناول کے مرکزی کردار ہیں۔ ان کے ذریعہ سماج کے بدلتے ہوئے صورت حال کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

چاند اس ناول کا اہم کردار ہے۔ وہ بشیر بیگم اور حیدر علی خان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ حسن میں بے مثال ہے۔ اس کی شوخی حسن کو دوبالا کر دیتی ہے چاند جدید تعلیم سے بہرور ہے کیوں کہ اس کے والد ترقی پسند خیالات کے حامی ہیں وہ اپنی بیٹی کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں۔ چاند کانوینٹ اسکول سے تعلیم حاصل کرتی ہے ڈراموں میں حصہ لیتی ہے۔ فلم کی شوقین ہے اس ماحول نے کم عمر میں ہی چاند کو اپنے حسن و جمال کا احساس کر دیا۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو غیر معمولی لڑکی سمجھتی ہے چودہ برس کی عمر میں ہی پڑوس کے لڑکے سے محبت کر لیتی ہے۔ لیکن پہلی محبت میں ہی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

چاند ایک آزاد خیال اور فیشن پرست لڑکی لیکن اس کی آزادہ روی واحد حسین کو پسند نہیں۔ والد اور نانا واحد حسین اس کی آزادہ روی پر روک لگانا چاہتے ہیں مگر اس کے برعکس اس کے ماموں راشد اس کی حمایت کرتے ہیں۔ ماموں بزنس کے اصول سے واقف تھے وہ خوب جانتے تھے کہ چاند جیسی خوبصورت اور تہذیب یافتہ لڑکیوں کے توسط سے کسی بھی مقصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

ماں کی موت اور باپ حیدر علی خان کی دوسری شادی کے بعد چاند سولہ برس کی عمر میں اپنے ننیہال ''ایوان غزل'' میں آجاتی ہے۔ یہاں راشد جو اس کا ماموں ہے اس کے توسط سے دولت حاصل کر کے ایوان غزل کے گرتے ہوئے در و بام کا سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں چاند کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرتی ہے اور کلب بھی جاتی ہے۔ ڈراموں میں حصہ لیتی ہے۔ بھارت کلا مندر کے سکریٹری بھان صاحب کے اس کے گرد منڈلانے پر راشد کو اعتراض نہیں ہوتا کیوں کہ چاند کی وجہ سے ایوان غزل میں پھر سے دولت آنے لگتی ہے۔

چاند کی زندگی میں نیا موڑ تب آتا ہے جن سنجیوا سے عشق کر بیٹھی ہے۔ سنجیوا ایک معمولی آرٹسٹ ہے جو اب ایک کمیونسٹ ورکر بن گیا ہے۔ سنجیوا سے چاند کی ملاقات اس وقت ہوتی ہے جب سنجیوا چاند کے والد کا خط لے کر آتا ہے۔ چوں کہ چاند کے والد سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے روپوش ہیں۔ سنجیوا چاند کے عشق کو قبول نہیں کرتا ہے کیوں کہ سیاسی مقاصد اس کے لیے زیادہ عظیم ہیں اور یہ عشق اس میں روکاوٹ بن سکتی ہے۔ سنجیوا کی بے رخی کو چاند برداشت نہیں کر پاتی ہے۔ دھیرے دھیرے موت کے آغوش میں چلی جاتی ہے۔

''غزل'' اس ناول کا مرکزی کردار ہے۔ وہ ہمایوں علی شاہ اور بتول بیگم کی بیٹی اور چاند کی خالہ زاد بہن ہے۔ غزل کی زندگی کے تمام اہم واقعات کو اس ناول میں پیش کیا گیا ہے۔ غزل بھی چاند کی طرح حسین ہے۔ اس کا بچپن ایک حبس زدہ ماحول میں گزرتا ہے جہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی ماں بتول بیگم ہمایوں کے عتاب کا شکار رہتی ہے۔ غزل باپ کی محبت سے محروم رہتی ہے۔ اپنے ننیہال میں بھی وہ نفرت کا شکاری رہتی ہے۔

ماں کی بے وقت موت سوتیلی ماں کا عتاب باپ کی بے حسی اور نفرت نے جذباتی اور ذہنی طور پر اسے بکھیر کے رکھ دیتا ہے۔ ان واقعات نے اس کی ذہنی وجذباتی نشوونما میں اہم رول ادا کیا ہے۔ وہ بچپن سے محبت وشفقت کی بھوکی رہتی ہے۔ جہاں یہ ملے وہاں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔ چاند کی ذرا سی ہمدردی غزل کو اس کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ چاند کی مدد سے وہ تھیٹر اور اسٹیج کے آداب واطوار سے روشناس ہوتی ہے۔ دھیرے دھیرے اپنی اداکاری کا جلوے دکھانے شروع کر دیتی ہے۔ یہاں سے غزل کی زندگی میں المناک حادثے رونما ہونے لگتے ہیں۔ غزل بھی چاند کے طرز پر چلنا شروع کر دیتی ہے۔ آخر کار اس کا انجام بھی دردناک ہوتا ہے۔

چاند ایک بار اسے مشورہ دیتی ہے۔

> ''غزل تو بھی خود چلنا چھوڑ دے اپنی تقدیر بنانے کا حوصلہ ہر عورت میں نہیں ہوتا اس لیے اپنی باگیں بی بی کے ہاتھ میں تھما دے ورنہ راشد ماموں اور خالو پاشا تجھ سے اپنی کامیابیوں کے قفل کھولیں گے اور تجھے پھینک دیں گے۔''

بھان صاحب کی وجہ سے وہ بھارت کلا مندر کی ممبر بن گئی۔ انھوں نے غزل کے حسن وجمال کا فائدہ اٹھایا وہیں اس کی ملاقات بلگرامی سے ہوتی ہے۔ جس نے اپنی جھوٹی محبت کے جھال میں پھانس کر غزل کو ہوس پرستی کا نشانہ بنایا۔ بقول ناول نگار وہ محبت کی تلاش میں جانے کتنے خطروں میں کود گئی۔

بلگرامی کی بے وفائی کا غزل پر شدید اثر پڑتا ہے اس کے علاوہ نصیر بھی اس کی زندگی میں آتا ہے۔ اس کے اظہار عشق پر اتنا تن من دھن سب کچھ نصیر کو سونپ دیتی ہے۔ وہ بھی اسے اپنی ہوس کا شکار بناتا ہے۔ ایک انگوٹھی نشانی کے طور پر اسے دے جاتا ہے۔ انگوٹھی کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ زندگی میں مختلف ٹھوکر کھانے کے باوجود وہ ہر بار غلط راہ اختیار کرتی ہے۔ آخر میں اس کا ماموں زاد بھائی

شاہین غزل کے ماضی سے واقف ہونے کے باوجود اس سے شادی کر لیتا ہے۔شاہین سے شادی کے بعد اس کو سکون میسر نہیں ہوتا۔کیوں کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ناپاک اور ذلیل سمجھتی ہے۔نصیر دوبارہ اس کی زندگی میں آتا ہے۔سوئے ہوئے محبت کے جذبات پھر سے جاگ اٹھتے ہیں لیکن وہ غزل سے دی ہوئی انگوٹھی واپس لے لیتا ہے۔یہی غزل کے موت کا سبب بن جاتی ہے۔دراصل ناول میں غزل کو بہت ہی جذباتی اور معصوم لڑکی دکھایا گیا ہے۔اس وجہ سے وہ ذہنی اور جذباتی الجھن کا ہمیشہ شکار رہتی ہے۔

''قیصر'' یہ کردار ناول میں تھوڑے وقفے کے لیے آیا ہے۔قیصر واحد حسین کے باپ کی ناجائز اولاد فاطمہ بیگم کی بیٹی ہے۔اس کا باپ احمد حسین کے یہاں بندھوا مزدور ہے۔وہ چاند کی ہم عمر ہے۔اس کی پرورش بھی ایوان غزل میں ہوتی ہے۔یہاں وہ ظلم وستم اور نفرت کا شکار ہوتی ہے۔لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ وہ استحصال معاشرے کے خلاف مزاحمت کرتی ہے۔اس کے خلاف آواز بلند کرتی ہے۔وہ تلنگانہ تحریک میں شامل ہوکر جاگیردارانہ ظلم واستحصال کے خلاف مسلح بغاوت میں حصہ لیتی ہے۔اس کا مقصد صرف یہ کہ استحصالی معاشرے کا خاتمہ ہوجائے۔بغاوت کے الزام میں اسے پھانسی کی سزا ہوتی ہے۔

وہ غزل کو ایک جگہ مشورہ دیتی ہے۔

''چاند کی طرح مردوں سے کھلنا چھوڑ دو جسم کے علاوہ دماغ بھی تو ہے
تمہارے پاس وہ کیوں نہیں بیچتیں۔''

قیصر کا کردار ایک متحرک اور فعال کردار ہے۔ وہ جاگیر دارانہ سماج کے خلاف مسلح بغاوت کرتی ہے اور یہی مزاحمت اسے تانیثی اعتبار سے اہمیت کا حامل بناتی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں جو قوتیں ابھر رہی ہیں وہ ان کی ترجمانی ہے۔

''کرانتی'' قیصر سنجیوا سے شادی کر لیتی ہے۔اس کے یہاں ایک بچی پیدا ہوتی ہے جس کا نام کرانتی ہے۔ وہ اپنے والدین کی طرح انقلابی عزائم رکھتی ہے۔ نامساعد حالات کا ہمت وحوصلہ کے ساتھ وہ مقابلہ کرتی ہے۔کرانتی بھلے ہی تھوڑی دیر کے لیے ناول میں آئی ہے اتنے ہی وقفے میں اپنا نقش چھوڑ جاتی ہے۔ وہ غزل اور چاند کے برخلاف اپنا حق خود حاصل کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اپنی ماں کی طرح استحصالی نظام کے خلاف مسلح بغاوت میں حصہ لیتی ہے۔اپنی طرف بڑھتے ہوئے ہوس پرست ہاتھوں کو موڑ دیتی ہے کیوں کہ نصیر نے ایک مرتبہ موقع پاکر کرانتی کی طرف پیش قدمی کی

کوشش کرتا ہے لیکن اس کے جواب سے اس کی حوصلہ پسندی اور مزاحمتی رویے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دراصل کرانتی ہی کا کردار تانیثی اصولوں پر پورا اترتا ہے۔ کرانتی ایسی لڑکی ہے جو ہوس اور جذبات میں نہیں بہتی اور نہ ہی اس کے عزائم اسے حالات کا شکار ہونے دیتے ہیں۔ وہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں سے واقف ہے۔ دوسری طرف وہ نئی نسل اور نئی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے کردار ایوان غزل میں کم ہیں اور مختصر وقفے کے لیے آتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ نسائی کردار آج کل کے قاری پر اچھا نقش ثبت کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا نسائی کرداروں کے علاوہ اس ناول میں اور بھی کئی نسائی ضمنی کردار ہیں جو اپنے عہد کی زندگی اور اس کے مختلف و متضاد پہلوؤں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان میں رضیہ، اجالا بیگم، لنگڑی پھوپھو، بی بی۔ گو کہ ان تمام نسائی کردار کی حیثیت اس عہد کی جاگیردارانہ معاشرے میں ایک جنسی تفریح کے سامان سے زیادہ نہ تھی۔ کچھ نسائی کردار جیسے قیصرا اور کرانتی نے اس استحصالی نظام کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار برملا طور پر کیا ہے، کچھ نسائی کردار ایسے بھی ہیں جو خاموشی اور بے زبانی کے ساتھ اس استحصالی نظام کا حصہ بننے سے انکار کرتے ہیں۔

بی بی بہت بھولی اور معصوم تھیں۔ دنیا سے بے خبر اپنا حق مانگنے سے بے پرواہ۔ ان کے حوالے سے مصنفہ خود لکھتی ہیں۔

> ''یہ وہ عورت تھی جس نے پچیس برس کی عمر میں پچیس عشق کرنے والے واحد حسین کو اپنے پاس بیٹھایا تو پھر وہ کس کی طرف نہ دیکھ سکے مگر اس ڈیوڑھی میں لا کر تین بچوں کی ماں بنا کر بھی بی بی ان کے ہاتھوں میں نہیں آئی تھیں۔''

واحد حسین بی بی سے شادی کر کے بھی ان کا دل نہ جیت سکے کیوں کہ بی بی کو زبردستی واحد حسین کے نکاح میں لایا گیا۔ ایوان غزل میں اپنے آپ کو ملکہ سمجھنے کے بجائے ایک چپراسی کی لڑکی سمجھتی تھیں۔ انھوں نے گھر کے سارے اختیارات لنگڑی پھوپھو کو سونپ دیے اور خود گھر کے معاملات سے الگ تھلگ رہتی ہیں۔ ان کا یہ رویہ بھی دراصل استحصالی نظام کے خلاف احتجاج کی ایک شکل ہے۔

لنگڑی پھوپھو جن کو وراثت میں بے دخل کرنے کے لیے معذور کر دیا جاتا ہے۔ ظلم و ستم کے خلاف وہ بھی جذبہ بغاوت محسوس کرتی ہیں۔ ایک موقع پر وہ راشد سے کہتی ہیں۔

”ارے میں تم لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔تم سب ایک تھیلے کے چٹے بٹے ہو۔کبھی مجھے نیچے پھینک دیتے ہو کبھی چاند کو آگ میں جھونک دیتے ہو۔۔اس ایوان غزل میں مٹی ڈالوں جہاں عورت کو لوٹ کھسوٹ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔“

اس اقتباس سے عورتوں کے تئیں ایوان غزل میں جو رویہ اپنایا جاتا ہے اس کے خلاف لنگڑی پھو پھو کے غم وغصہ کا اظہار ہوتا ہے۔لنگڑی پھو پھو بھی عمر کے آخر میں معاشرے سے بغاوت شیخو بھائی سے عقد کر کے کرتی ہیں۔یہ دراصل جبر اور جنسی استحصال کے خلاف ان کا احتجاجی رویہ ہے جو اس نظام کے خلاف ان کی بیزارگی اور غم وغصے کا غماز ہے۔

ایوان غزل کے دو مرکزی نسوانی کردار چاند اور غزل ہیں۔ان کی پرورش ایوان غزل میں مختلف حالات میں ہوتی ہے۔لیکن دونوں میں مماثلت اس اعتبار سے ہے دونوں جاگیردارانہ استحصالی نظام کا شکار ہوتی ہیں۔دونوں کا انجام بھی دردناک ہوتا ہے۔یہ صحیح ہے کہ غزل کی مخصوص حالات میں پرورش کی وجہ سے اس کی نفسیات میں کچھ کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔لیکن حیرت ہوتی جب غزل دھوکہ کھا کر بار بار غلطیاں کرتی ہے۔حالات کا شکار ہو کر بھی اپنے تجربے سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتی۔ایسا بھی نہیں کہ وہ بالکل نری جاہل لڑکی ہو چاند کی طرح وہ بھی جدید تعلیم سے بہرور ہے۔ڈرامے میں کام کر کے اپنی فنی صلاحیت کو اجاگر کرتی ہے۔لیکن عشق ومحبت کے معاملے میں اس کا ذہن ودماغ کام نہیں کرتا۔وہ بار بار عشق میں بے وفائی اور مردوں کے ہوس کا شکار ہوتی ہے۔

یہی بات چاند کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔اس کی تعلیم وتربیت مغربی تہذیب کے زیر اثر ہوتی ہے۔لیکن عشق ومحبت کے معاملے میں اس کا جذباتیت کا شکار ہونا حیرت میں ڈالتا ہے۔جدید تہذیب کے پروردہ ہونے کے باوجود چاند اور غزل کا اس طرح سے انفعالی کیفیات کا شکار اور دردناک انجام کو پہنچنا مجھے غیر فطری سا لگتا ہے۔نیلم فرزانہ نے اپنی کتاب اہم خواتین ناول نگار میں جیلانی کے ناول ایوان غزل کا جائزہ لیتے ہوئے غزل کا موازنہ عصمت چغتائی کے کردار شمن سے کیا اور صحیح لکھا ہے کہ دونوں میں مماثلت کے باوجود فرق ہے۔غزل کی فطرت میں بغاوت نہیں۔اس کو اپنے آپ پر اعتماد نہیں۔حالات سے نبرآزما ہونے کی کوشش نہیں کرتی۔بقول عصمت چغتائی غزل حد سے بے قوف لڑکی ہے۔اس کے برعکس شمن میں بغاوت اور احتجاج کی چنگاری موجود ہے۔میرے

خیال میں شمن کی باغیانہ رویے کی جھلک ایوان غزل کے دو ضمنی کردار قیصر اور کرانتی میں پائی جاتی ہے۔ اور یہی دو کردار تانیثی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں۔

☆☆☆

حواشی:

ایوان غزل، جیلانی بانو

جیلانی کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ، مشرف علی

حیدرآباد میں اردو کا نسائی ادب، آمنہ تحسین

اردو ناول آزادی کے بعد، اسلم آزاد

اردو ادب کی اہم خواتین ناول نگار، نیلم فرزانہ